روزنامہ **الفضل** ربوہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴ — فون: ۴۴۹ — ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۲/۷۷ | بدھ ۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ، ۲۳ تبوک ۱۳۷۱ ہش، ۲۳ ستمبر ۱۹۹۲ء | نمبر ۲۱۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوش قسمت شخص

"وہ شخص بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے جس کا دل پاک ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے اظہار کا خواہاں ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے دوسروں پر مقدم کر لیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۸۱)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"بعض لوگ ہندوؤں، عیسائیوں اور دوسری قوموں میں بھی پائے جاتے ہیں جو بعض گناہ نہیں کرتے۔ مثلاً بعض جھوٹ نہیں بولتے۔ کسی کا مال ناحق نہیں کھاتے۔ قرضہ دبا نہیں لیتے۔ بلکہ واپس کرتے ہیں۔ معاملات معاشرت میں بھی پکّے ہوتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنی ہی بات نہیں جس سے وہ راضی ہو جاوے۔ بدیوں سے بچنا چاہیئے اور اس کے بالمقابل نیکی کرنی چاہیئے۔ اس کے بغیر مخلصی نہیں۔ جو اسی پر مغرور ہے کہ وہ بدی نہیں کرتا۔ وہ نادان ہے۔ دین حق انسان کو اسی حد تک نہیں پہنچاتا اور چھوڑتا۔ بلکہ وہ دونوں شقیں پوری کرانا چاہتا ہے۔ یعنی بدیوں کو تمام و کمال چھوڑ دو اور نیکیوں کو پورے اخلاص سے کرو۔ جب تک یہ دونوں باتیں نہ ہوں نجات نہیں ہو سکتی۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۵۷)

"غور کرو کہ جس قادر خدا نے انسان کو ایسے ایسے انقلابات میں سے گذار کر انسان بنا دیا ہے اور اب ایسا انسان ہے کہ گویا عقل حیران ہے کہ کیا سے کیا بن گیا۔ ناک منہ اور دوسرے اعضاء پر غور کرو کہ خدا تعالیٰ نے اسے کیا بنایا ہے۔ پھر اندرونی حواسِ خمسہ دیئے اور دوسرے قویٰ اور طاقتیں اس کو عطا کیں۔ پس خدائے قادر نے اس زمانہ سے جو یہ نطفہ تھا، عجیب تصرفات سے انسان بنا دیا۔ کیا اس کیلئے مشکل ہے کہ اس کو پاک حالت میں لے جاوے؟ اور جذبات سے الگ کر دے؟ جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا وہ بے اختیار ہو کر کہہ اٹھے گا۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۵۸)

بچوں کو ابتداء ہی سے سچ کی عادت ڈالیں

اقتباس از خطبہ فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سب سے پہلی بات سچ کی عادت ہے۔ آج دنیا میں جتنی بدی پھیلی ہوئی ہے اس میں خرابی کا سب سے بڑا عنصر جھوٹ ہے۔ وہ قومیں جو ترقی یافتہ ہیں جو بظاہر اعلیٰ اخلاق والی کہلاتی ہیں وہ بھی اپنی ضرورت کے مطابق جھوٹ بولتی ہیں۔ اپنوں سے نہیں بولتیں تو غیروں سے جھوٹ بولتی ہیں۔ ان کے فلسفے جھوٹ پر مبنی ہیں۔ ان کا نظام حیات جھوٹ پر مبنی ہے۔ ان کی اقتصادیات جھوٹ پر مبنی ہے۔ غرضیکہ اگر آپ باریک نظر سے دیکھیں تو اگرچہ بظاہر ان کے زندگی کے کاروبار پر سویلائزیشن (CIVILIZATION) اور اعلیٰ تہذیب کے ملمع چڑھے ہوئے ہیں لیکن فی الحقیقت ان کے اندر مرکزی نقطہ جس کے گرد یہ قومیں گھوم رہی ہیں اور جن کے اوپر انکی تہذیبیں مبنی ہیں وہ جھوٹ ہی ہے۔ لیکن یہ ایک الگ بحث ہے۔ مجھے تو اس وقت جماعت احمدیہ کے اندر دلچسپی ہے اور جماعت احمدیہ کے بچوں کے اوپر میں خصوصیت کے ساتھ نظر رکھتا ہوں اور میرے نزدیک جب تک بچپن سے سچ کی عادت نہ ڈالی جائے بڑے ہو کر سچ کی عادت ڈالنا بہت مشکل کام ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے اپنے بعض خطبات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سچ بولنا بھی مختلف درجات سے تعلق رکھتا ہے اور مختلف مراحل سے تعلق رکھتا ہے ...

... یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ ہم اپنے بچوں کو شروع ہی سے نرمی سے بھی اور سختی سے بھی سچ پر قائم کریں اور کسی قیمت پر بھی ان کے جھوٹے مذاق کو بھی برداشت نہ کریں۔

(از خطبہ فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء)

سانحہ ارتحال

محترمہ بشریٰ علی صاحبہ اہلیہ لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سید عبد العلی صاحب جو مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب سابق پروفیسر ریڈیو تھراپی و ایکسرے میو ہسپتال لاہور کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ انتہائی مختصر علالت کے بعد ۱۴ ستمبر ۹۲ء کو وفات پا گئیں۔

احباب موصوفہ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔

ولادت: محترمہ خالدہ سولنگی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر محمد ادریس بھٹی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۲۲ اگست سنہ ۹۲ء کو امریکہ میں دوسرے بیٹے سے نوازا ہے بچے کا نام عقیان احمد بھٹی تجویز ہوا ہے

احباب نومولود کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں۔

سیلاب کی وجہ سے جانوروں کو زخم بھی آ رہے ہیں اور الرجی بھی ہو رہی ہے۔ بعض جانوروں کو حرارت بھی ہو جاتی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ دوائیں موجود ہیں۔ آپ متعلقہ محکمہ کی طرف رجوع کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۳۔ تبوک ۱۳۷۱ ہش ۲۳۔ ستمبر ۱۹۹۲ء

صحافت کیا ہے

پہلے بات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کیلئے آدمی کو بھیجنا پڑتا تھا۔ یا پیغام کبوتر کے ذریعہ بھیجا جاتا تھا۔ زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچانے کیلئے ڈھول بھی بجانے پڑتے تھے۔ اور آگ کے شعلے بھڑکانے پڑتے تھے۔ لیکن زمانہ بدلتا رہا اور پیغام پہنچانے کے طریق بھی بدلتے گئے۔ شروع شروع میں لوگوں نے ایک کاغذ پر لکھ کر اپنی تحریر کسی دیوار کے ساتھ چسپاں کر دی یا کسی درخت کے ساتھ ٹانگ دی اور لوگ اسے پڑھ کر بات سمجھ جاتے تھے اور انہیں پیغام مل جاتا تھا۔ پھر اسی قسم کے کاغذ زیادہ تعداد میں لکھ کر ادھر اُدھر پھیلا دیتے تھے۔ اور اس کے بعد زیادہ بار لکھنے سے نجات ملی۔ اور چھاپے خانے ایجاد ہو گئے۔ جہاں ایک چیز چند لمحوں میں سینکڑوں۔ پھر ہزاروں اور اب لاکھوں کی تعداد میں چھپ سکتی ہے۔ اور پھیلانے کے انتظام ہو گئے۔ موٹر گاڑیاں ریل گاڑی۔ ہوائی جہاز۔ وغیرہ۔

لیکن یہ سب کچھ ہوتا اس وقت ہے جب بات لکھی جاتی ہے۔ لکھنے والا موجود ہونا چاہیئے۔ جو لوگ زیادہ لوگوں تک زیادہ باتیں پہنچانے کی ذمہ داری لیتے ہیں انہیں اب ایک خاص نام دیا جاتا ہے۔ اور وہ نام ہے صحافی۔ صحافی تو ایک اصطلاح بن گئی۔ لیکن اصل مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو لکھے اور اپنی بات کو خبر یا فیچر کی صورت میں بہت سے لوگوں تک پہنچانا چاہے۔ ایسے لوگ اخبارات میں بھی کام کرتے ہیں اور اخبارات سے باہر رہ کر بھی۔ مقصد ان کا خبریں پہنچانا ہوتا ہے۔

یہ زمانہ جس میں ہم زندگی گذار رہے ہیں خبروں کا اور خبروں کی تشہیر کا زمانہ ہے۔ ایک بات ابھی ہوتی ہے اور ابھی ساری دنیا میں پھیلا دی جاتی ہے۔ بڑے بڑے ادارے اس کام کے لئے مصروفِ کار رہتے ہیں۔ کسی اہم خبر کو دوسروں سے پہلے حاصل کرنے کو سکوپ بھی کہتے ہیں۔ اور اس پر فخر کیا جاتا ہے۔ کہ ہمیں یہ خبر سب سے پہلے ملی۔ یہ سارے کام اخبارات کے نمائندے کرتے ہیں۔ اخبارات کے پاس اتنے وسائل ہوتے ہیں کہ ان پر نمائندوں کا رکھنا گراں نہیں گذرتا۔

جس کے وسائل جتنے زیادہ ہیں اتنی ہی آسانی سے وہ خبریں حاصل کر لیتا ہے۔ اور دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔

ہر پیشے میں لوگ اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی
انسان بدل دیتا ہے ہر چیز کی رنگت
پیشہ ہے قلمکار کا تعظیم کے لائق
عزّت کی قلمکاری کو کہتے ہیں صحافت

ـــــ ابوالاقبال

○

ہر سانس گلے میں اِک چلتی تلوار سی بنتی جاتی ہے
اب زیست ہماری خود ہم پر اِک بار سی بنتی جاتی ہے

اِک کھیل سمجھ کر آگے بڑھ کر جس کو خوشی سے چُوما تھا
وُہ اُلفت بڑھتے بڑھتے اِک آزار سی بنتی جاتی ہے

ہر نالہ لب سے نکلا جو گردُوں پہ جا کر تھمتا ہے
ہر اَشک ڈھلکتا پلکوں سے گُفتار سی بنتی جاتی ہے

مَیں جتنا دُنیا سے ہٹ کر کچھ دُور سا ہوتا جاتا ہوں
معلوم نہیں یہ دنیا کیوں غم خوار سی بنتی جاتی ہے

اربابِ منصب خود بھی ذرا سا اپنے گریباں میں جھانکیں
کیوں عیش پرستی مِلّت کا کردار سی بنتی جاتی ہے

یہ عقل و خرد کی گھاتیں ہی تو امن و اماں کی دُشمن ہیں
ہر وادی، وادیِ ایمن سے پُرخار سی بنتی جاتی ہے

جو بات زباں پر لے آنا ہم کُفر سمجھتے تھے ہمدم
معلوم نہیں وہ بات اب کیوں اقرار سی بنتی جاتی ہے

آنکھوں میں ڈورے، بال پریشاں، لب خاموش، دھڑکتا دل
اَے فیضؔ تمنّا خوابیدہ اظہار سی بنتی جاتی ہے

فیضؔ چنگوی

معاشیات میں ماسٹر آف فلاسفی (ایم فل) میں داخلے

اپلائیڈ اکنامکس ریسرچ سنٹر یونیورسٹی آف کراچی نے دو سالہ پروگرام ماسٹر آف فلاسفی (ایم فل) میں داخلہ کا اعلان کیا ہے داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۲ء ہے۔
(مزید تفصیلات کے لئے روزنامہ جنگ مورخہ ۱۹، ستمبر ۹۲ء ملاحظہ فرمادیں)
(ناظر تعلیم)

اعلان داخلہ ایم۔ ایڈ

گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن برائے خواتین لاہور نے ایم ایڈ ۹۳۔ ۱۹۹۲ء میں داخلہ کا اعلان کیا ہے۔ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ ۸، اکتوبر ۱۹۹۲ء مقرر ہے (مزید تفصیلات کے لئے روزنامہ جنگ مورخہ ۱۹، ستمبر ۹۲ء ملاحظہ کریں)
(ناظر تعلیم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری تاریخ

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں ....

ہر چند کہ بچہ اپنی جبلّی طاقتوں کے لحاظ سے کتنے ہی بڑے مقام پر پہنچنے والا کیوں نہ ہو اسکے بچپن کی معصومیت اور بے ساختہ پن بھی اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور اس کیساتھ ہی بچپن ہی میں اسکے شاندار مستقبل کی جھلکیاں بھی وقتاً فوقتاً نظر آتی رہتی ہیں۔ صاحب فراست لوگ ایسے بچے کو دیکھ کر بخوبی پا جاتے ہیں کہ

؎ بالائے سرش زہوشمندی
می تاب ستارہ بلندی

اگر خدا کا فضل شاملِ حال رہے تو یہ بچہ ایک دن عظیم انسان بننے والا ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کے بچپن میں ان دونوں صداقتوں کا ایک حسین امتزاج نظر آتا ہے۔

اس امتزاج کے نمونے کے طور پر آپ کے بچپن کا ایک واقعہ حضرت مرزا صاحب (آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہمیشہ نازل ہوتی رہے) کے ایک بزرگ رفیق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب (اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ سے ہمیشہ راضی رہے) ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ لدھیانہ میں قیام فرما تھے۔ میں بھی وہیں تھا محمود کوئی تین برس کا ہوگا۔ گرمی کا موسم تھا۔ مردانہ اور زنانہ میں دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرت صاحب کے ادھر ادھر کی باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔ حضرت صاحب اسے گود میں لئے پھرتے تھے۔ اور وہ کسی طرح چپ نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپ نے کہا دیکھو محمود یہ کیسا تارا ہے۔ بچہ نے نئے مشغلے کی طرف دیکھا اور ذرا چپ ہو کر پھر وہی رونا اور چلانا اور یہ کہنا شروع کر دیا۔ ابا تارے جانا۔ (یعنی ابا میں ستارے پر جاؤں گا) کیا مجھے مزا آیا اور پیارا معلوم ہوا آپ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا۔ اچھا معلوم ہوا۔ "ہم نے ایک راہ نکالی تھی اس نے اسمیں بھی اپنی ضد کی راہ نکال لی"۔ آخر بچہ روتا رہتا جب خود ہی تھک گیا چپ ہو گیا مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایت کا آپ کی زبان سے نہ نکلا۔

اس بچے کی بعد کی زندگی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے ستاروں پر جانے کی یہ تمنا یقیناً ان بلند عزائم کی غماز تھی۔ جو تمام عمر اسکی بے پناہ قوتِ عمل کے لئے مہمیز کا کام دیتے رہے۔

علاوہ ازیں اس روایت سے حضرت مرزا صاحب (دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہمیشہ آپ پر نازل ہوتی رہے) کی طبیعت کے اس پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ کے دل میں بچوں کے لئے کس قدر شفقت پائی جاتی تھی اور آپ کس درجہ حلیم تھے۔ ایک ایسے مصروف الاوقات شخص کے لئے جس کا بال بال اہم ترین مصروفیات میں بندھا ہوا تھا۔ اور مشکل رات کو پہلے پہر تھوڑا سا آرام کا وقت میسر آتا ہو۔ ایک روتے ہوئے بچے کو خود گود میں اٹھا کر دلاسا دیتے ہوئے اس وقت تک پھرتے رہنا جب تک وہ خود ہی تھک کر سو جائے آپ کے اعلیٰ اور حسین اخلاق کی ایک پیاری مثال ہے۔

یہ تو بہت بچپن کا واقعہ معلوم ہوتا ہے اسی قسم کا ایک اور واقعہ نسبتاً بڑی عمر میں بھی پیش آیا جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس سے بھی زیادہ صبر آزما تھا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب (دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہمیشہ آپ پر نازل ہوتی رہے) کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حلم اور صبر کا مادہ عطا فرمایا تھا اور طبیعت میں نرمی اتنی زیادہ تھی کہ بچوں پر ناراض ہونا آپ کے لئے ایک مشکل امر تھا۔ وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ یہ بات بہر حال قطعی ہے کہ اس بچے سے باپ کا سلوک غیر معمولی نرمی اور درگذر کا حامل تھا۔

دوسری روایت بھی حضرت مولوی عبدالکریم (دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) ہی کی بیان کردہ ہے۔ اور حسب ذیل ہے۔

"محمود چار ایک برس کا تھا۔ حضرت صاحب معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں آئے اور آپ کیساتھ بچوں کا ایک غول تھا۔ پہلے کچھ دیر آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی حضرت صاحب کے لکھے ہوئے مسودات کو آگ لگا دی۔ اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے۔ اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں۔ سر اٹھا کر دیکھتے ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودات راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت ملانے کے لئے کسی گذشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس سے پوچھتے ہیں۔ خاموش دبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے ہیں۔ عورتیں اور بچے اور گھر کے سب لوگ انگشتِ بدندان۔ اب کیا ہو گا اور درحقیقت عادتاً ان سب کو علیٰ قدر مراتب بری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا۔ اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں۔ خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی۔ اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔"

اس حلم اور بردباری کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) تربیت اولاد کی حکمت سے ناواقف تھے۔ یا ایسی ماؤں کی طرح جو اپنے حد سے بڑھے ہوئے پیار پر اختیار نہیں رکھتیں تربیت کے فرض سے بے نیاز ہو کر اپنے بچوں کی محبت سے مغلوب ہو جاتے تھے۔

دراصل آپ کی تربیت کا انداز بالکل منفرد اور نہایت لطیف تھا۔ اور جیسا کہ آگے چل کر بیان ہونے والے واقعات سے ظاہر ہو گا۔ بعض مواقع پر آپ اپنے بچوں سے سختی سے بھی پیش آتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جہاں تک ایسے امور کا تعلق ہے جن کے اثر کا دائرہ آپ کی ذات تک محدود تھا۔ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب پر کبھی سختی نہیں کی۔ خواہ ان کے کسی فعل سے آپ کو کیسی ہی ذاتی تکلیف پہنچی ہو۔ مگر جہاں تک امورِ دینیہ کا تعلق ہے یا ایسی غلطیوں کا سوال ہے جنکے نتیجہ میں اخلاق پر برے اثر پڑنے کا خطرہ ہو سکتا تھا وہاں آپ نے موقعہ و محل کے مطابق کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے آپ کو اس طرف توجہ ضرور دلائی۔ یہ فرق بہت اہم ہے اور تربیت کرنے والوں کے لئے اس میں بڑا گہرا سبق ہے کہ حلم کی حدود کہاں جا کر ختم ہوتی ہیں۔ اور سختی کے تقاضے کہاں سے شروع ہوتے ہیں۔

دو چھوٹے چھوٹے واقعات اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

اولاً حضرت صاحبزادہ صاحب کا اپنا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا میں وہاں کھڑا تھا۔ اندر کمرے میں صرف حضرت صاحب تھے۔ میں نے اس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ٹیپو ٹیپو ٹیپو۔ حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک وفات یافتہ مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ لیا ہے اور تم ان کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی۔ یہ پہلا دن تھا۔ جبکہ میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہو گئی۔

اس واقعہ سے جہاں ایک طرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بچے کے ہر فعل کو بلا امتیاز برداشت کرنا حلم کی تعریف میں داخل نہیں۔ وہاں حضرت مرزا صاحب کی بے پناہ دینی اور قومی حمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ یہ بچہ جو آپ کے نہایت محبت سے لکھے ہوئے قیمتی مسودات کو جن پر خدا جانے کتنے گھنٹوں یا راتوں کی محنت آپ نے صرف فرمائی ہوگی۔ آن واحد میں تیلی دکھا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ اس کا یہ فعل تو آپ برداشت فرما لیتے ہیں۔ اور اس تکلیف کا کوئی خیال نہیں کرتے جو اسکے نتیجہ میں آپ کو دوبارہ اٹھانی پڑی۔ لیکن ایک مسلمان سلطان جو قومی حمیت میں شہید ہوا ....

اسکے نام کو ایک بچہ کا لاعلمی کی بناء پر بھی اس رنگ میں لینا جس سے اسکی تحقیر ہوتی ہو آپ سے برداشت نہ ہو سکا۔

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے بھی سبق ہے جو حضرت مرزا صاحب پر انگریز کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانے کی جسارت کرتے ہیں۔ قومی حمیت سے لبریز وہ دل جو سلطان فتح علی ٹیپو کی محض اسلئے انتہائی عزت کرتا تھا کہ انگریز کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی بجائے اس نے اپنی زندگی مردانہ وار نثار کر دی کیسے ممکن ہے کہ ایسے غیور انسان کے متعلق کسی غیر قوم کا ایجنٹ ہونے کا واہمہ تک بھی دل میں لائے۔؟

جن والدین نے اپنے بچے تحریک وقفِ نو میں پیش کئے ہیں ان کو مخاطب کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

"خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک بہت ہی اہم واقعہ ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور آپ یاد رکھیں کہ وہ لوگ جو خلوص اور پیار کے ساتھ قربانیاں دیا کرتے ہیں وہ اپنے پیار کی نسبت سے ان قربانیوں کو سجا کر پیش کیا کرتے ہیں۔ قربانیاں اور تحفے دراصل ایک ہی ذیل میں آتے ہیں۔ آپ بازار سے شاپنگ کرتے ہیں۔ عام چیز جو گھر کے لئے لیتے ہیں اسے باقاعدہ خوبصورت کاغذوں میں لپیٹ کر اس کے گرد لپیٹے جانے والے فیتوں سے سجا کر آپ کو پیش نہیں کیا جاتا۔ لیکن جب آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم نے تحفہ لینا ہے تو پھر دکاندار بڑے اہتمام سے اس کو سجا کر پیش کرتا ہے۔ پس قربانیاں تحفوں کا رنگ رکھتی ہیں اور ان کے ساتھ سجاوٹ ضروری ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا۔ بعض لوگ تو مینڈھوں اور بکروں کو بھی خوب سجاتے ہیں اور بعض تو ان کو زیور پہنا کر پھر قربان گاہوں کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ پھولوں کے ہار پہناتے ہیں اور کئی قسم کی سجاوٹیں کرتے ہیں"

(از خطبہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالباسط شاہد

محترم عبدالرحیم صاحب دیانت

(ایک درویش کی کہانی)

درویش کی کہانی شروع کرتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ یہ کہانی کہاں سے شروع کروں کیونکہ درویشی تو ایک کیفیت کا نام ایک جذب و سرور کا نام ہے۔ کسی اعلیٰ مقصد کی خاطر سب کچھ چھوڑ دینے کا نام ہے۔ جس طرح ہر زمانے میں سچائی کی خاطر جان قربان کر دینے والے گمنام سپاہی اور قوم کے خادم ہوتے ہیں کہ وہ کسی غرض۔ نام و نمود۔ اجر و ثواب کے لئے نہیں بلکہ محض رضاء الٰہی کے لئے اپنے حال میں مست مخلوقِ خدا ۔ خدا کے عیال ۔ کی خدمت میں مصروف و مستغرق رہتے ہیں۔

میں جس درویش کی کہانی لکھ رہا ہوں یہ ایک طرح سے ایک دَور یا ایک ادارہ کی کہانی ہے۔ جب نہایت مخدوش اور خطرناک حالات میں۔ تقسیم ملک کے خون آشام فسادات میں ایک جماعت نے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے یا یوں کہہ لیں کہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے بہت نزدیک سے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خوب سوچ سمجھ کر اور شرح صدر سے فیصلہ کیا کہ ہم اپنے بلند مقصد کی خاطر موت قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

درویش کی زندگی کی ابتدا بظاہر درویشانہ تو نہ تھی لیکن گہری نظر سے دیکھا جائے تو درویشی کی جھلک وہاں بھی ضرور نظر آئے گی۔ ابتدائی تعلیم میں بہت اچھے شاگرد سمجھے گئے۔ جماعت چہارم میں وظیفہ کے امتحان کے لئے منتخب ہوئے۔ امتحان کی خوب تیاری تھی۔ ایک بزرگ استاد نے جائزہ لیا تو اس بات پر حیران ہو گیا کہ یہ بچہ تو بڑے بڑے سوال بڑی آسانی سے زبانی ہی حل کرتا چلا جا رہا ہے۔ استاد صاحب نے شاگرد کو اپنی خوشنودی سے نوازتے ہوئے بازار سے تمباکو خرید کر لانے کی خدمت تفویض کر دی۔ اس خدمت کے دوران امتحان کا وقت نکل گیا یا یوں کہہ لیں کہ قدرت نے لائن تبدیل کر دی۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا ابوالعطاء ... کے ساتھ جگہ ملی۔ ایک بزرگ استاد کلاس میں داخل ہوتے ہی پیار و محبت کے اظہار کے طور پر پچھلے بنچ پر بیٹھے ہوئے طالب علموں کو ایک ایک ہاتھ رسید کرتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ یہ حسن سلوک عجیب لگا۔ والد صاحب سے ذکر کیا۔ انہیں اپنے کاروبار میں ایک مددگار کی ضرورت تھی۔ بڑے بھائی بھی تو مدرسہ احمدیہ میں ہی پڑھ رہے تھے۔ "بیٹا تم کاروبار میں میری مدد کیا کرو۔" چھوٹی عمر میں ہی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ابھی کاروباری زندگی کا آغاز تھا۔ کچھ کر گذرنے کا عزم و ارادہ تھا کہ جماعت کے عظیم رہنما نے تحریک فرمائی کہ چھوت چھات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگ ہمارے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں لے کر نہیں کھاتے اور اس طرح نہ صرف حقارت و نفرت کا سلوک کرتے ہیں بلکہ اپنی تجارت کو چمکاتے ہوئے ہماری اقتصادی حالت کو خراب و ابتر کرتے چلے جا رہے ہیں اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی وہ چیزیں جو وہ ہمارے ہاں سے نہیں لیتے ان کے ہاں سے لینا بند کر دیں۔ اس قوم کی تجارتی اجارہ داری اور اقتصادی برتری کو دیکھتے ہوئے یہ اعلان ایسا انقلابی اور جراٴتمندانہ تھا کہ ایک دنیا حیران رہ گئی۔

اس نوجوان نے یہ چیلنج اس طرح قبول کیا کہ اپنے پیارے رہنما کی تجویز کو قابل عمل بنانے اور زیادہ مفید و مؤثر کرنے کے لئے ملائی برف، سوڈا واٹر اور مٹھائی بنانے کا کام نہ صرف خود شروع کر دیا بلکہ کئی نوجوانوں کو یہ کام سکھا کر انہیں بھی اس انتہائی مفید سکیم میں شامل کر دیا اور اس طرح کئی خاندانوں کے کاروبار کا مسئلہ بھی حل کر دیا اور غیروں کی اقتصادی بالادستی کے مقابل پر ایک نہایت مفید اور دور رس نتائج کی حامل تجویز کا ڈول ڈال دیا گیا۔ اپنی محنت ذہانت اور استقلال سے کام لیتے ہوئے کاروبار کو اس انداز سے وسعت دی کہ لوگ یہ دیکھ دیکھ کر حیران ہونے لگے کہ چھوٹے اور معمولی کاموں میں بھی اتنا منافع ہو سکتا ہے۔ ایک مصدقہ دستاویز کے مطابق تقسیم ہند کے وقت درویش کی قادیان میں جائداد کی قیمت ایک لاکھ روپے سے زیادہ تھی (یہ اس وقت کی بات ہے جب گندم ۵ روپے من اور دیسی گھی ایک روپے سیر ملتا تھا) درویشی کی جھلک یہاں بھی نمایاں طور پر نظر آتی ہے جب حضور نے وقف جائداد کا مطالبہ فرمایا تو وہ جائداد جو موروثی یا پشتینی نہیں تھی بلکہ واقعی طور پر گاڑھے پسینے کی کمائی تھی پوری بشاشت کے ساتھ وقف کے لئے پیش کر دی۔ اس وقت تو یہ جائداد عملاً اپنے مالکوں کے پاس ہی رہی تاہم اس درویش کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ قادیان میں مستقل رہائش رکھنے کے باوجود جائداد پر غیروں کا قبضہ ہو گیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے اس جائداد سے غیروں کو استفادہ کرتے ہوئے دیکھا مگر درویشی کی دولت کو اس جائداد سے بڑھ کر ہی دیکھا اور سمجھا۔ یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ کاروبار کے عروج کے زمانہ میں بھی کبھی کوئی سال ایسا نہ گذرا جب سال میں ایک ماہ وقف عارضی کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔ (اس قربانی کا اندازہ دکاندار اور کاروباری لوگ ہی پوری طرح کر سکتے ہیں) شاید اسی وقف عارضی کی برکت تھی کہ تقسیم ملک کے وقت جب قادیان میں دھونی رمانے والے خوش قسمت افراد "درویش" کے قابلِ فخر لقب سے پکارے گئے تو شرح صدر سے اس قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ بیوی بچے پاکستان میں اس حال میں آئے کہ نہ تو ان کے پاس کوئی سرمایہ تھا اور نہ ہی "ننکیال یا دادکا" پاکستان میں تھا۔ وفا شعار مخلص بیوی نے صبر و رضا اور استقلال و برداشت کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کرتے ہوئے خاوند کی حوصلہ افزائی کی اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتہائی نامساعد و ناموافق حالات میں پورا پورا اہتمام کیا۔

ہمارا درویش جو ایک وفا شعار خاوند اور جاں نثار باپ تھا اگر اس مضمون کو مکمل کرنے کی کوشش کی جاوے تو یہ ایک مضمون نہیں کتاب بن جاوے گی۔ لہٰذا صرف ایک ایک بات اختصار سے بیان کرتا ہوں۔

درویش کی شادی کے چند دنوں بعد ہی اس کی دلہن شدید بیمار ہو گئی۔ علاج معالجہ سے بہتری کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ خاوند نے دوا دارو اور تیمارداری کا حق اس طرح ادا کیا کہ بعض قریبیوں کو خود اس کی اپنی صحت اور جان کے متعلق فکر ہونے لگا۔ اخلاص اور نیکی کی گود میں پرورش پانے والی خاتون نے شدید بیماری اور مایوسی کے عالم میں جب بھی آنکھ کھولی اپنے خاوند کو خدمت کے لئے مستعد اور ہوشیار پایا۔ ایسے ہی ایک موقع پر مریضہ نے فرمائش کی کہ اسے بیت اقصیٰ کے اس کنوئیں کا پانی پلایا جائے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ عقیدت و محبت کے عالم میں یہ پانی آبِ شفا بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے نئی زندگی عطا فرمائی اور پھر ۵۰ سال سے زیادہ قابلِ رشک رفاقت رہی جس میں آدھے سے زیادہ وقت درویشی کی وجہ سے بظاہر الگ الگ گزارا مگر باہم افہام و تفہیم اور عقیدت و احترام کا یہ عالم تھا کہ جدائی جدائی نہیں بلکہ قرب و وصال کے لئے باعث رشک بن گئی۔ بچوں سے محبت کی بے شمار مثالوں میں سے صرف یہی مثال کافی ہو گی کہ جب ایک بچہ ٹائیفائڈ بخار سے بیمار ہو گیا اور بیماری کی شدت کی وجہ سے بچے کو ہسپتال میں داخل کروانا پڑا تو اس کی تیمارداری اور علاج معالجہ میں انہماک کی وجہ سے سارا کاروبار بند ہو گیا۔ ہر دوسرے دن ایک بکرا صدقہ دیا جاتا رہا۔ دعائیں ہوتی رہیں اور شافیٔ مطلق نے بچے کو شفا عطا فرمائی اور درویش کی زندگی معمول پر آئی۔ اتنے پیار کرنے والے خاوند و باپ کو درویشی کی سعادت نظر آئی تو ایسی کوئی محبت اس کا رستہ نہ روک سکی۔ زمانہ "درویشی" میں ایک عرصہ تک جماعت کی طرف سے کوئی مدد حاصل نہ کی۔ کاروبار کے معاملہ میں ذہن بہت رسا تھا۔ جو کام بھی کیا اس میں انہماک اور محنت کی وجہ سے کمال حاصل کیا اور یہ بھی کہ جس کام کی طرف توجہ کی اسے بغیر کسی باقاعدہ استاد کے خود ہی سیکھا اور پھر اس میں نئی نئی راہیں نکالیں۔

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کو باقاعدہ تحصیل علم کا موقع تو نہ مل سکا تھا مگر طبیعت میں علمی رجحان و ذوق بدرجہ اتم تھا۔ جلسوں۔ مباحثوں میں بڑی رغبت سے شامل ہوتے۔ کچھ نہ کچھ پڑھتے بھی رہتے اور اس طرح معلومات کا اچھا خاصہ ذخیرہ جمع کر لیا تھا اور قدرت نے اسے استعمال کرنے کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ گفتگو مؤثر و دلچسپ۔ برجستہ ہوتی جو برمحل مثالوں، واقعات اور حوالوں سے مزین ہوتی۔ قادیان کی پرانی باتیں۔ احمدی بزرگوں کے حالات و واقعات بیان کرتے اور سماں باندھ دیتے۔

علمی ذوق کی وجہ سے تقسیم وطن کی افراتفری میں دینی کتب کی بے حرمتی ہونے لگی تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ کئی دفعہ جان جوکھوں میں ڈال کر کتابیں خرید خرید کر جمع کرتے گئے۔ اسی شوق میں جلد سازی بھی خود ہی کرنے لگے۔ ایک دفعہ ان کا ایک بیٹا جو مولوی فاضل ہونے کی وجہ سے پڑھا لکھا سمجھا جا سکتا تھا ان سے ملنے قادیان گیا تو دیکھا کہ رہائش گاہ میں شیلف بنا بنا کر ہزاروں کتابیں چن رکھی ہیں۔ ہر کتاب کی حسب ضرورت سلائی۔ جز بندی۔ یا جلد وغیرہ بھی اپنے ہاتھ سے کی ہوئی ہے۔ اس نے کہا کہ ابا جان۔ آپ نے یہ بہت بڑی ذمہ داری از خود اپنے اوپر ڈال رکھی ہے۔ اس کا آپ کی صحت پر برا اثر پڑتا ہو گا اور پھر یہ کوئی منتخب کتابیں بھی نہیں ہیں۔ ادھر ادھر سے اکٹھی کی ہوئی کتب ہیں ... آخری بات کا پہلے جواب دیتے ہوئے بڑے اعتماد اور وثوق سے کہنے لگے کہ بیٹا۔ ایک ہزار سے زیادہ کتابیں یہاں رکھی ہیں۔ آپ ان میں سے کسی ایک کتاب کی نشاندہی کریں جو ہمارے علم کلام میں مفید نہ ہو یا جس میں کوئی غیر معمولی علمی اور دلچسپی کی بات نہ ہو اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ نے قریباً ہر کتاب پر نشان لگائے ہوئے تھے یا شروع میں نوٹ دیئے ہوئے تھے جن سے اس کتاب کی افادیت و خصوصیت پہلی نظر میں سامنے آجاتی تھی۔

علم کے شوق کی بات چل رہی ہے تو

باقی صفحہ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جسونت سنگھ راز

محترم جنرل عبد العلی ملک صاحب

میں ایک طویل عرصہ سے آشوب چشم میں مبتلا ہوں۔ موتیہ کے آپریشن کی غیر متوقع ناکامی کے باعث چند ماہ سے لکھنا پڑھنا بھی جوئے شیر لانا بنا ہوا ہے ابھی ابھی تھوڑی سی بصارت عود کر آنے پر تین ماہ کے جمع ہوئے دوستوں اور عزیز و اقارب کے خطوط دیکھنے نصیب ہوئے ہیں۔ ان میں ایک مراسلہ میرے آبائی وطن پنڈی سے میرے والد ماسٹر ہری سنگھ کوہلی کے جگری دوست ملک غلام نبی صاحب مرحوم کے بھانجے ملک محمد جعفر ایڈووکیٹ کا تھا۔ اسے دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی لیکن کھولا تو ایک برق کی صورت مجھ پر گرا۔ اس میں میرے بچپن کے ساتھی بلکہ یکے از بزم یاران کہن ملک عبد العلی کی المناک وفات کی خبر تھی۔

اس سے بھولی بسری پرانے وقتوں کی تلخ و شیریں یادیں صفحہ ذہن پر ابھر آئیں چند سال ہوئے جب میں لاہور کے تاریخی گوردوارہ ڈیرہ صاحب کی زیارت کے لئے گیا تو پرانی یادوں کو تازہ کرتے کچھ سننے اور سنانے کے لئے ملک صاحب کی اقامت گاہ پر ٹیلیفون سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو ان کی بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ وہ عارضہ قلب کی وجہ سے صاحب فراش ہیں۔ ملے بغیر وطن واپس لوٹا مگر اس خیال کے ساتھ کہ یار زندہ صحبت باقی۔

سال رواں میں ننکانہ صاحب کے آستانہ گورو نانک پر سجدہ روا ہونے اور پنڈی جا کر ملک صاحب سے ملاقات کے ارادے باندھ رہا تھا کہ ان کے انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ شاید خدا تعالیٰ کو دو دوستوں کا وصال منظور نہ تھا۔ ما را چہ خیال و فلک در چہ خیال۔

ملک صاحب میرے ہم وطن بھی تھے، ہم سبق بھی اور ہم نشین بھی۔ برسوں ہم سکول اور کالج میں اکٹھے پڑھے۔ علمی اور ادبی محفلوں میں شریک ہوئے اور مشاعرے پڑھے۔

ملک صاحب کا تخلص قیصر تھا۔ غزل گوئی میں گو طاق نہ تھے مگر نظم برمحل کہہ سکتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار چوہدری سر چھوٹو رام کی پنڈی میں آمد پر انہوں نے استقبالیہ نظم پڑھی جس کی خوب داد ملی۔ نظم کا مطلع ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ ہے اور یوں ہے

کسقدر شان پذیرائی ہے چھوٹو رام کی
دھوم مچی ہے زمینداروں میں اسکے نام کی

ان دنوں پنڈی میں ابھرتے ہوئے شعراء میں ایک سخن ور صدیق ضیاء سرحدی بھی تھے جو پنڈی کی ایک نواحی بستی ڈھوک رتہ امرال میں قیام فرما تھے۔ اکثر اوقات ان سے ہماری ملاقاتیں سر راہ یا روز سینما کے آس پاس ہوا کرتی تھیں۔ اگرچہ وہ ہمارے ہم عمر تھے لیکن ان کے اشعار سے استادانہ جھلک نمایاں ہوا کرتی تھی۔ نمونتاً ان کا یہ شعر ملاحظہ ہو

جگر کا چاک ہے اور سانس کے دو تار لرزاں ہیں
نہ پوچھو ہم کسی ناشاد عاشق کا گریباں ہیں

ہم تینوں اکثر کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ایک دوسرے کا کلام سنتے اور سناتے۔

جب ملک صاحب اور راقم الحروف نے بی اے کا امتحان پاس کیا تو دوسری عالمی جنگ عظیم کا آغاز تھا۔ ملک صاحب کو کنگ کمیشن ملا اور وہ سیکنڈ لیفٹیننٹ ہوئے۔ میں نے ایم اے کیا، کچھ عرصہ درس و تدریس کا آبائی پیشہ اختیار کیا مگر اس کی ہوا مجھے راس نہ آئی تو مسلم فیڈریشن کے اس وقت کے صدر جناب حمید نظامی کی کرم فرمائی کوچہ صحافت میں لے آئی جس سے تاہنوز چھٹی نہ ملی۔

اپنا اپنا مقدر ہے اپنا اپنا نصیب۔ ملک عبد العلی حسن کارکردگی، افسرانہ صلاحیتوں اور صحت مندانہ روش سے جنرل ہوئے اور وہ نام پایا کہ باید و شاید۔ تیز گام تھے اس لئے جہاد زندگی میں دوستوں سے دیکھتے ہی دیکھتے سبقت لے گئے جو ان کے چاہنے والوں کے لئے قابل رشک بھی تھا اور موجب مسرت بھی۔

انہیں دیکھے ہوئے زمانے گذر گئے مگر پھر بھی ان کا نقشہ و صورت خد و خال میری نظر میں ہیں۔ سرو قامت، گندمی رنگت ہونٹوں پر مدھم مدھم سا تبسم، بات کرنے کا سلیقہ منفرد انداز میں۔ خوش گفتار، خوش خصال، گویا اپنے والد بزرگوار کی مانند اگلی شرافتوں کے نمونے تھے۔

موت ہر ذی روح کا مقدر ہے۔ اس سے کسی کو بھی مفر نہیں زود یا بدیر اس مقام کو سب نے جانا ہے جہاں سے کسی نے بھی مراجعت نہیں کی۔

عاقبت منزل ما وادی خاموشاں است

بہر کیف! اکثر اوقات کسی کی موت پر مرنے والے کی یاد وقتی طور پر اس کے عزیز و اقارب تک محدود رہتی ہے یہی زمانے کا دستور ہے۔ پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ لوگوں کے دلوں سے محو ہو جاتی ہے، لیکن کئی شخصیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے کوچ کر جانے سے ایک عالم سوگوار ہوتا ہے۔ ان کی نیکیوں اور خوبیوں کے باعث یہ لوگ بہت دیر تک لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں ملک عبد العلی انہی قبیلہ کی شخصیتوں میں سے تھے یہ مضمون املاء کرواتے وقت ماضی میں ان کے ساتھ گزرے ہوئے خوشگوار لمحات یاد آتے ہی ایک ہوک سی دل سے اٹھی ہے گویا

پرانی صحبتیں یاد آ رہی ہیں
چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے

خدا تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کے عزیز و اقارب و دوستوں کو اس صدمہ کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے۔

(نوائے وقت میگزین)

(یہ مضمون مکرم شیخ عبد الوہاب صاحب اسلام آباد کے ذریعہ ملا)

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات —— نون۔ سین

چین امریکہ تجارت

واشنگٹن نے دس اکتوبر کی تاریخ مقرر کی ہے جب تک چین سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی منڈیوں کے دروازے امریکہ کے لئے کھول دے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ ۹ء۳ ارب امریکی ڈالر تک کے محصولات چینی برآمدات پر لگا دے گا۔ گذشتہ دنوں چین اور امریکہ کے نمائندوں نے اس سلسلے میں ایک اجلاس کے دوران کوشش کی کہ کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے جو دونوں کو قابل قبول ہو تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ اگرچہ چین نے تو بہت کوشش کی کہ وہ اپنی طرف سے امریکہ کو مراعات دے لیکن امریکہ کا رویہ سخت رہا۔ اور اس لئے کوئی معاہدہ نہ ہو سکا۔ امریکہ کی دھمکی کے جواب میں چین نے کہا ہے کہ وہ محصولات کے سلسلے میں امریکہ کو چار ارب ڈالر کا نقصان پہنچا سکتا ہے اور اگر امریکہ نے اپنی تجویز پر عمل کیا تو چین بھی کسی طرح پیچھے نہیں رہے گا۔ جن چیزوں کے محصولات کے لئے امریکہ کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے ان میں کمپیوٹر، ایئر کرافٹ، طبی سامان ڈپلیکیٹر، فصلوں پر چھڑکنے والی دوائیں کیمیکلز، عمارتی لکڑی پٹرولیم کی چیزیں شامل ہیں۔ یعنی یہ چیزیں ایسی ہیں جو چین میں بھی بنتی ہیں اور جو کچھ وہاں بنتا ہے اس سے گذارا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے امریکہ سے ان چیزوں کی درآمد کرنے پر محصولیات بڑھا دئے جائیں گے جن کی وجہ سے یہ چیزیں امریکہ سے کم خریدی جائیں گی۔ ۱۰ اکتوبر کے بعد دیکھنے والی بات ہے کہ کون کس کو زیادہ تجارتی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

تائیوان / فرانس جہازوں کی فروخت

اگرچہ امریکہ نے خود تو اس بات کا اعلان کیا ہے کہ وہ تائیوان کو ۱۵۰ جہاز دے گا۔ اور یہ باوجود چین کے احتجاج کے۔ لیکن جب تائیوان نے فرانس سے ۶ء۲ ارب ڈالر کے جہاز خریدنے کا معاہدہ کیا تو امریکہ نے اس کی مخالفت کی۔ امریکہ نے اس سلسلے میں کہا ہے کہ اگر تائیوان نے یہ جہاز خرید لئے تو ایشیا کے دیگر ممالک بھی اسلحہ وغیرہ کی خرید کی دوڑ میں شامل ہو جائیں گے۔ یہ عجیب بات ہے کہ امریکہ جہاز دے تو حرج کوئی نہیں بلکہ فائدے کی بات ہے۔ لیکن اگر تائیوان فرانس سے جہاز خریدے تو اس سے سارے علاقے کا امن و سکون برباد ہونے کا خطرہ ہے۔ جہاں تک فرانس سے جہاز خریدنے کا تعلق ہے تائیوان اور فرانس سے درمیان کئی مہینوں سے اس سلسلے میں گفت و شنید ہو رہی تھی۔ اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ چین کے احتجاج کی وجہ سے فرانس نے آخری فیصلہ نہیں کیا کہ یہ جہاز واقعی تائیوان کو فروخت کئے جائیں گے چین نے فرانس سے بھی احتجاج کیا ہے اور امریکہ سے بھی۔ امریکہ بھی اس بات پر اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہے کہ وہ ضرور یہ جہاز تائیوان کو دے گا لیکن فرانس ابھی گو مگو کی کیفیت میں ہے۔ اور اس بات کا امکان ہے کہ اگر چین اپنے احتجاج کو جاری رکھے تو فرانس یہ سودا منسوخ کر دے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالستار خان

صدی کا بدترین سیلاب

زندگی کا انحصار پانی پر ہے۔ لیکن جب یہی پانی سیلاب اور طوفان کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو زندگی کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ شہر و دیہات قصبات و آبادیاں۔ انسان۔ حیوان چرند پرند سب اسکی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ ذرائع آمدو رفت۔ مواصلات کا نظام اور کھڑی فصلیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں اور جب سیلاب گذر جاتا ہے تو وبائی امراض اور مہنگائی کا ریلا عوام کا جینا دوبھر کر دیتا ہے۔

حالیہ سیلاب کو ملکی تاریخ کا ہولناک سیلاب قرار دیا گیا ہے۔ ہزاروں انسان اور مویشی لقمہ اجل بن گئے لاکھوں افراد بے گھر ہو گئے۔ زرعی و صنعتی شعبے شدید متاثر ہوئے۔

امسال مون سون کا آغاز معمول سے زیادہ بارشوں سے ہوا۔ جولائی کے آخر میں طوفانی بارشوں سے دریائے سندھ میں زبردست سیلاب آگیا سکھر سے لے کر دادو حیدر آباد ضلع تک پانی کناروں کو توڑ کر کچے میں پھیل گیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں سیلاب نے تباہی مچا دی۔

سندھ کے بعد پنجاب اور سرحد میں طوفانی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور سیلابی کیفیت پیدا ہو گئی۔ فیصل آباد جھنگ اور لاہور کے نشیبی علاقوں میں پانی بھر گیا۔ لاہور شرقپور روڈ متعدد جگہوں سے پانی میں ڈوب گئی اور شرقپور کے متعدد گاؤں زیر آب آگئے۔

ماہ اگست کے پہلے عشرہ میں پنجاب میں شدید بارشوں کے باعث تمام دریاؤں اور ندی نالوں میں طغیانی اور درمیانی درجے کا سیلاب آگیا۔

گوجرانوالہ میں مسلسل ۶ گھنٹے بارش ہوئی۔ سیالکوٹ شہر ۹ انچ بارش کے بعد پانی میں ڈوب گیا۔ فیصل آباد شہر کی مختلف سڑکوں پر دو سے تین فٹ پانی جمع ہو گیا۔

لاہور اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں شدید بارشوں کی وجہ سے متعدد افراد بھی جاں بحق اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ سیالکوٹ میں بارشوں کی وجہ سے تمام کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا۔ شہر کے وسط میں واقع نالہ نے تباہی مچا دی۔ علی پور چٹھہ اور نواح میں مسلسل ۱۲ گھنٹے بارش ہوتی رہی۔ شیخوپورہ میں ۴ افراد ہلاک ہو گئے اور متعدد کچے مکانات گر گئے۔

ماہ اگست کے دوسرے عشرہ میں طوفانی بارش نے کراچی میں تباہی مچا دی۔ ۳۰ سے زائد افراد ہلاک ہو گئے اور لاکھوں بے گھر ہوئے۔ سینکڑوں مکانات گر گئے اور ہزاروں زیر آب آگئے۔ موسم کی خرابی اور شدید بارشوں کے باعث اندرون ملک کی بعض پروازیں منسوخ کر دی گئیں۔ انہی دنوں میں پنجاب میں دریائے جہلم نے ازدگرد کے علاقوں میں تباہی مچا دی۔ متعدد دیہات زیر آب آگئے۔ سرگودھا سے ملحقہ دیہاتوں میں ہزاروں ایکڑ اراضی پر کھڑی فصلیں پانی میں ڈوب گئیں پانی کے کٹاؤ کی وجہ سے متعدد دیہات صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ خوشاب سرگودھا روڈ زیر آب آگئی۔

اگست کے تیسرے عشرہ میں دریائے سندھ میں ایک بار پھر سیلاب نے شدت اختیار کر لی۔ ضلع نواب شاہ میں سیلاب سے اس قدر تباہی ہوئی کہ قیام پاکستان کے بعد اتنا نقصان نہیں ہوا تھا۔

طوفانی بارشوں سے سندھ کے شہر قاضی احمد۔ ٹنڈو الہ یار میں شدید تباہی ہوئی اور سندھ کو آفت زدہ علاقہ قرار دے دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ یکم ستمبر کو بھارت نے ستلج میں اچانک پانی چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے قصور اور بہاولنگر سیلاب کی لپیٹ میں آگئے۔ قصور کے علاقے میں دریائی سطح ۵ فٹ سے بڑھ گئی۔ اسی طرح بہاولپور اور چشتیاں کے علاقے بھی زیر آب آگئے۔ سیم نالوں میں بھی طغیانی آگئی اور کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں۔

ستمبر کے پہلے عشرہ میں پنجاب بھر میں ایک بار پھر شدید بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور کئی شہروں میں نظام زندگی معطل ہو کر رہ گیا۔ ملتان میں بیسیوں مکانات گر گئے۔ سیالکوٹ شہر میں بھی شدید بارش ہوئی۔ جس سے متعدد آبادیاں زیر آب آگئیں۔ نالہ بھیڈ۔ نالہ پلکھو میں طغیانی آگئی اسی طرح پنجاب کے دیگر مختلف شہروں میں طوفانی بارشوں سے ۵۶ افراد جاں بحق ہو گئے۔ ایبٹ آباد میں ایک تودہ گرنے سے پورا گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹ گیا صرف ۲۵ نعشیں نکالی جا سکیں۔ سینکڑوں افراد زخمی ہو گئے۔

ان بارشوں سے ساہیوال میں ۴ افراد جاں بحق ہوئے۔ دریائے جہلم۔ جہلم چناب اور راوی میں سیلاب آگیا۔

تاریخ کا شدید ترین سیلاب

راولپنڈی۔ لاہور اور میانوالی کے اضلاع میں مسلسل ۱۶ گھنٹے سے زائد موسلا دھار بارش ہوئی۔ جس سے بارش کے گذشتہ سب ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ منگلا اور ہیڈ مرالہ میں اونچے درجے کا سیلاب آجانے کی وجہ سے متعدد دیہات زیر آب آگئے۔ منگلا ڈیم کے تمام گیٹ کھول دیئے گئے۔ طوفانی بارشوں اور سیلاب کے باعث پنجاب میں کئی سڑکیں ٹریفک کے لئے بند کر دی گئیں۔ پی آئی اے کی پروازیں منسوخ ہو گئیں۔ ٹیلی فون کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ جھنگ، ملتان، لیہ، سرگودھا، بہاولپور میں امدادی کارروائیوں کے لئے فوج بلا لی گئی۔ فوج کے جوانوں نے سول انتظامیہ کے ساتھ امدادی کارروائیاں شروع کر دیں۔ ایسے علاقے جہاں رسائی ممکن نہ تھی فوجی ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ مدد پہنچائی گئی۔ سیلاب کے ریلا سے بچنے کے لئے لوگ گھروں کی چھتوں اور درختوں پر پناہ گزین ہو گئے۔ ایسے لوگوں کو فوجی جوانوں نے ربڑ کی کشتیوں کے ذریعہ بچانے کی کوشش کی۔

اس سیلاب سے جہلم، گجرات، سرگودھا خوشاب، گوجرانوالہ کے اضلاع بری طرح متاثر ہوئے۔ اس کے علاوہ جھنگ، مظفر گڑھ، ملتان، رحیم یار خان، احمد پور شرقیہ کے علاقوں میں بھی خوفناک تباہی آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ سندھ اور آزاد کشمیر کے مختلف علاقے بری طرح متاثر ہوئے۔ سیلاب کے باعث ہونے والے نقصان کا اندازہ ۱۶ ارب روپے سے زائد ہو چکا ہے ہزارہا گاؤں ڈوب چکے ہیں۔ گجرات کے ۲۵۰ گاؤں گوجرانوالہ کے ۸۵، روجھان کے ۶۲، راجن پور کے ۴۲، بھکر میں ۵۶۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے سیکڑوں دیہات جھنگ اور مظفر گڑھ کے ۱۵۷۵ دیہات۔ سیلاب کی لپیٹ میں آگئے۔ تحصیل چنیوٹ کے ۱۲۵ دیہات زیر آب آئے۔ لاکھوں افراد بے گھر ہو گئے اور ہزاروں لاپتہ۔ وزیر اطلاعات کے بیان کے مطابق ۱۹ ستمبر تک پنجاب کے ۱۵ اضلاع کے ۳۸۶۸ دیہات اور ان کا ۴۲.۴ لاکھ ۴ ہزار ایکڑ رقبہ اور ۳۰ لاکھ چوبیس ہزار افراد سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ پنڈدادنخان کے زیر آب آنے سے سینکڑوں انسان اور مویشی لاپتہ ہو گئے۔ شکر گڑھ میں بھی شدید نقصان ہوا۔ اسی طرح ہزارہ ڈویژن میں بارشوں کی وجہ سے گلیات۔ داہ۔ کاغان ویلی۔ سیرن ویلی اور الائی کے علاقوں میں سینکڑوں افراد ہلاک ہو گئے۔ ضلع مانسہرہ میں گڑھی حبیب اللہ بازار میں ۱۰۰ سے زائد مکانات اور جبوڑی کے مقام پر ۵۰ سے زائد دوکانیں سیلاب کی نظر ہو چکی ہیں۔

دریائے سندھ میں ڈیرہ اسماعیل خان کے "کچے" علاقے میں سینکڑوں دیہات کو سیلاب کا ریلا بہا لے گیا۔

آزاد کشمیر میں ۲۰۰۰ سے زائد افراد جاں بحق اور سینکڑوں لاپتہ ہو چکے ہیں پلوں اور سڑکوں کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ اسی طرح لودھراں کی مختلف نہروں میں شگاف پڑنے سے ۳۰۰ سے زائد مکانات گر چکے ہیں۔ اور ہزاروں ایکڑ کپاس کی فصل اس علاقہ میں تباہ ہو گئی۔ ضلع بھکر تحصیل کلور کوٹ۔ تحصیل دریا خان میں بھی سینکڑوں مکانات تباہ ہو گئے۔

پھالیہ میں ۳۰ سے زائد دیہات زیر آب آئے۔ سرگودھا میانوالی روڈ پر ٹریفک معطل ہو گئی۔ ضلع راجن پور کا اڑھائی لاکھ سے زائد رقبہ زیر آب آچکا ہے۔

۳۰ ہزار سے زائد افراد بے گھر ہو چکے ہیں۔ اب تک سب سے زیادہ نقصان دریائے جہلم کے کنارے آباد دیہاتیوں کو ہوا ہے۔ جہلم اقتصادی لحاظ سے تباہ و برباد ہو چکا ہے۔

ظفروال۔ بھلوال۔ بھیرہ۔ سرائے عالمگیر کے علاقے بھی سیلاب سے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ جبکہ اس خطرناک سیلاب کے پیش نظر ہیڈ تریموں اور پنجند کے حفاظتی پشتوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا گیا ہے کیونکہ ہیڈ تریموں سے پانی گزرنے کی گنجائش صرف ۶ لاکھ کیوسک ہے۔ جبکہ یہاں سے گزرنے والے سیلابی ریلے کی مقدار ۱۵ لاکھ کیوسک تک ہو گئی۔ اسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وجہ سے جھنگ سرگودھا روڈ اور جھنگ بھکر روڈ کو ہر قسم کی ٹریفک کے لئے بند کر دیا گیا۔

ہیڈ تریموں وہ مقام ہے جہاں دریائے جہلم اور چناب ایک ہو جاتے ہیں فوج نے سیلاب کے شدید خطرے کے پیش نظر اٹھارہ ہزاری کے قریب حفاظتی بند میں دو ہزار فٹ کے ۳ شگاف ڈال دیئے اور ۳۰ ہزار افراد کو محفوظ مقامات پر پہنچا دیا گیا۔

۱۹۲۰ء کے بعد اتنا شدید سیلاب کبھی نہیں آیا۔ سیلاب سے متاثرہ اضلاع میں سکول کالج وغیرہ بند کر دیئے گئے۔

سیلاب کا پانی تباہی مچاتا ہوا وسط ستمبر کو ضلع ملتان میں داخل ہو گیا۔ شجاع آباد، جلال پور، زیر آب آ گئے۔ اسی طرح احمد پور سیال اور گڑھ مہاراجہ ۱۰ سے ۱۲ فٹ پانی میں ڈوب گئے اور مظفر گڑھ کے نواحی دیہاتوں میں تباہی مچ گئی۔ سیلاب سے ملتان شہر کو بچانے کے لئے شیر شاہ بند دو جگہ سے توڑا گیا۔ سیلاب کا خوف ناک ریلا ۱۵۲ بستیوں اور متعدد دیہات کو بہا لے گیا۔ ضلع سرگودھا میں پانی کا نیا ریلا آنے سے حالات مزید خراب ہو گئے۔ سیال شریف اور ساہیوال ضلع سرگودھا بری طرح متاثر ہوئے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے بتایا ہے کہ جانی نقصان کے علاوہ ۱۶ ارب سے زائد کا نقصان ہوا ہے۔ وزیر زراعت نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ کم از کم ڈیڑھ کروڑ ایکڑ رقبے پر کھڑی فصلوں کو نقصان پہنچا ہے۔

۱۸ ستمبر کو سیلاب کا پانی ۳ حفاظتی پشتوں کو توڑتا ہوا مظفر گڑھ شہر میں داخل ہو گیا۔ جس سے سینکڑوں دیہات زیر آب آ گئے ڈی سی صاحب کی رہائش گاہ، گورنمنٹ کالج اور واپڈا کالونی، زیر آب آ گئی۔

صدر پاکستان اور وزیر اعظم نے حالیہ سیلابوں سے متاثر ہونے والے خاندانوں سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ان کی ہر طرح سے امداد کا یقین دلایا ہے۔

وزیر اعظم ریلیف فنڈ قائم کر دیا گیا ہے سماجی اور رفاہی ادارے حکومت کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے متاثرین کی امداد کرنے میں مصروف ہیں۔ جماعت احمدیہ کے افراد بھی پورے ملک میں حتی المقدور سیلاب زدگان کی بھرپور مدد کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور تعمیر نو میں مدد کر رہے ہیں۔

ربوہ کے ارد گرد کی بستیوں کی اہل ربوہ نے بھرپور امداد کرنے کی سعادت حاصل کی ہے

بقیہ: صفحہ ۴ سے آگے

یہاں یہ بات بھی بے محل نہ ہوگی کہ آپ ہمیشہ ہی کسی بزرگ کی یہ بات بیان کیا کرتے تھے کہ وہ کسی لمبے سفر پر جاتے ہوئے اپنی بیوی کے پاس اشرفیوں کی ایک تھیلی چھوڑ گئے۔ بوہہا برس کے بعد واپسی ہوئی۔ اپنی بیوی سے اور باتوں کے علاوہ اپنی اس رقم کے متعلق بھی پوچھا۔ اس نے کہا کہ جلدی کیا ہے۔ میں سب کچھ آپ کو بتا دوں گی۔

وہ بزرگ نماز پڑھنے گئے تو دیکھا کہ نماز کے بعد ایک نوجوان نے درس دینا شروع کیا اور بہت بڑی تعداد میں لوگ بڑی توجہ اور عقیدت سے اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ گھر واپس آکر اپنی بیوی سے ذکر کیا تو اس نے بتایا کہ یہ درس دینے والا کوئی اور نہیں بلکہ آپ کا بیٹا ہے جسے میں نے دینی علوم سے آراستہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اور خدا کا فضل ہے کہ وہ نوعمری میں ہی پختہ کار عالم بن چکا ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ آپ اپنے لئے یہ بات زیادہ پسند کرتے ہیں یا وہ رقم زیادہ پسند کرتے ہیں جو میرے پاس چھوڑ گئے تھے۔۔۔ یہ بات سنا کر بڑے کیف کے عالم میں کہا کرتے تھے کہ اس شخص نے تو اپنی بیوی کو سرمایہ دیا ہوا تھا مگر میں نے اپنی بیوی کو خالی ہاتھ بچوں کے ہمراہ پاکستان بھجوا دیا تھا اور اس نے میرے سب بچوں کو علم کے زیور سے آراستہ کیا۔

ایک اور بات یاد آ رہی ہے جو ربوہ کے ایک بزرگ دکاندار نے کئی دفعہ سنائی کہ ایک دفعہ بھائی جی اپنے ایک بچے کو ہمراہ لے کر میری دکان پر آئے اور اسے ایک جوتا خرید کر دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ بھائی جی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے مگر آپ نے یہ سستا جوتا خرید کیا ہے ۔۔۔ کہنے لگے کہ یہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کا بہت فضل ہے مگر میں بچت اور کفایت کو مدنظر رکھتا ہوں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ اس بچے کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر دین کی خدمت کے لئے اپنے خرچ پر غیر ممالک میں بھجواؤں ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے باوجود حالات کی تبدیلی کے ان کی نیک نیت کی برکت سے اس بیٹے کو کئی ممالک میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی۔

زمانہ درویشی میں آپ کی اہلیہ پانچ بچیاں اور تین بیٹے (تیسرا بیٹا تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں پیدا ہوا۔ درویش نے اس بچے کو درویشی کا انعام سمجھا اور ہمیشہ اس کے نام کے ساتھ انعام لکھتے اور اسی نام سے پکارتے) گویا نو افراد تھے باقاعدہ ذریعہ آمدن نہ ہونے کے برابر تھا۔ آپ کی لڑکی کے ایک بہت پرانے خط کے مطابق ایک وقت ان نو افراد کی باقاعدہ آمدنی وہ پندرہ روپے ماہوار تھی جو ان کے ایک لڑکے کو جماعت کی طرف سے تعلیمی وظیفہ کے طور پر ملتے تھے۔ اس ضمن میں بے شمار واقعات بیان ہو سکتے ہیں لیکن خدائے ستار نے جس طرح اپنے فضل بے پایاں سے نوازا اور عزت و وقار عطا فرمایا اس کے پیش نظر ان واقعات کی تفصیل مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ تاہم مثال کے طور پر اتنا لکھنا ہی کافی ہوگا کہ ایک دفعہ ایک چھوٹی بچی بیمار ہو گئی۔ تکلیف بہت بڑھ گئی۔ احمد نگر میں زیر تعلیم لڑکا چھٹی کے دن ربوہ آیا تو بہن کو بیمار دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ اسے دوائی بھی نہیں دی گئی اپنی والدہ سے کہنے لگا کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہسپتال سے دوائی حاصل کرنے کے لئے صرف دو پیسے میں پرچی بن جاتی ہے پھر بھی اسے دوائی نہیں دی گئی۔ غیور اور صابر ماں نے بچی کی نظر سے بچا کر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ دو پیسے کی رقم بھی مہیا نہیں تھی۔۔۔ یہ اس درویش کی بچی کی بیماری اور علاج کا ذکر ہے جس نے اپنے ایک بچے کی بیماری پر اپنا سارا کاروبار اور جمع پونجی لگا دی تھی۔ ہر صاحب دل اس واقعہ میں جھانک کر قربانی اور صبر کے عجیب در عجیب نظارے دیکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب بچے معاشرہ میں وقار کی نظروں سے دیکھے گئے۔ بچیوں کی شادیاں اپنے اپنے وقت پر بڑی سادگی مگر پروقار طریق پر ہوتی گئیں اور خدا تعالیٰ نے بیٹوں کو بھی ہر نعمت و برکت سے نوازا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ درویش کی نصیحت کے مطابق جماعت سے وابستگی، مرکز سے قلبی تعلق و عقیدت اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے سکون و اطمینان سے نوازا۔

قارئین کرام سے عبدالرحیم دیانت درویش (۱۹۰۳ء - ۱۹۸۰ء) اور تمام درویشان قادیان اور ان کی اولاد کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تصحیح

مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۲ء کے الفضل میں صفحہ ۶ پر یاد رفتگان کے تحت جو مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کے عنوان میں چوہدری لئیق احمد صاحب کا نام غلطی سے لکھا گیا ہے۔ ادارہ معذرت خواہ ہے۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا: مکرم صوبیدار عبدالرشید صاحب کارکن الفضل کا دل کا بائی پاس اپریشن چند دنوں تک لاہور ہسپتال میں ہوگا۔

○ مکرم شیخ وحید احمد صاحب اوکاڑہ کا بائی پاس اپریشن ۷ اکتوبر ۹۲ء کو ہو رہا ہے

○ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب خانیوال حال مقیم کراچی کی دائیں آنکھ میں سفید موتیا ہے اور قابل اپریشن ہے دو تین دنوں تک اپریشن ہو جائے گا۔

○ محترمہ فضل بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری فضل قادر صاحب صدر جماعت احمدیہ چک نمبر ۱۴۷ وکمالیہ شہر کئی سال سے بیمار چلی آ رہی ہیں۔ آج کل بیماری زور پکڑ چکی ہے

○ مکرم عبدالمجید صاحب دارالبرکات ربوہ کے بیٹے مکرم مامون احمد صاحب سویڈن گوٹن برگ کو ایک مشکل پیش آگئی ہے۔

احباب ان سب کے لئے دعا کریں۔

اعلان نکاح: محترمہ ڈاکٹر ساجدہ منور صاحبہ بنت سکواڈرن لیڈر (ریٹائرڈ) منور احمد اختر صاحب کا نکاح مکرم ڈاکٹر محمد تنویر احمد صاحب عارف کے ہمراہ بعوض پچاس ہزار روپیہ حق مہر مورخہ ۴ ستمبر محترم عبدالسلام صاحب طاہر مربی سلسلہ نے بیت الحمد مری روڈ راولپنڈی میں پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ یہ نکاح بہت بابرکت فرمائے

اعلان ولادت: مکرم محمد افضل صاحب مقیم جرمنی ابن مکرم صوبیدار محمد اشرف صاحب دارالبرکات ربوہ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۰ ستمبر ۹۲ء بیٹا عطا فرمایا ہے۔ نومولود کا نام "ولید احمد اشرف" تجویز ہوا ہے اسی طرح مکرم محمد احسن صاحب نعیم مقیم لندن ابن مکرم صوبیدار محمد اشرف صاحب کو بھی ۱۶ ستمبر ۹۲ء کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے۔

احباب ان دونوں بچوں کے نیک اور صالح ہونے کے لئے دعا کریں۔

ضروری اعلان

○ جن احمدی طلبہ کا داخلہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں امسال ہوا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل کمروں سے رابطہ کریں۔

۱:۔ ۴۵ زبیر ہال
۲:۔ ۲۶ عثمان ہال
۳:۔ ۳۱ اے ہال

(نظارت تعلیم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ ربوہ: ۲۲ ستمبر۔ کل اور آج دھوپ کی شدت کی وجہ سے گرمی میں ایک بار پھر اضافہ ہو گیا ہے۔

○ سیلابی ریلا جو سندھ سے گزر رہا ہے اس کی وجہ سے کوٹڑی بیراج کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ چنانچہ ۴ ہزار دیہات خالی کرا لئے گئے۔ اندرون سندھ داخل ہونے والے ریلے سے کچے کے علاقے کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ۶ سو دیہات زیر آب آگئے ہیں۔ ماچھی گوٹھ میں ایک ہی خاندان کے ۶ افراد ڈوب گئے۔ پانی کا انتہائی ریلا ۲۴ ستمبر کو یہاں سے گزرے گا جو گذشتہ ۲۰ سال کے دوران کوٹڑی بیراج سے گزرنے والا سب سے بڑا ریلا ہو گا۔ ۶۰ ہزار افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا گیا ہے۔

○ بلوچستان کا سیاسی بحران حل کرنے میں ناکام ہونے کے بعد وفاقی وزراء مایوس لوٹ گئے ہیں۔ آئی جے آئی کے باغی گروپ کے لیڈر ذوالفقار مگسی نے تاج جمالی کو لیڈر آف دی ہاؤس ماننے سے انکار کر دیا جمالی کے مخالف دھڑے کو جمہوری وطن پارٹی کے ۱۲، جے یو آئی کے ۶، مگسی گروپ کے ۶ اور بی این ایم کے ۱۲ اراکین کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ پی ڈی اے بھی حمایت کرے گا۔ داخلی بغاوت اور جے یو آئی کی علیحدگی نے بلوچستان کی حکومت کو سخت آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

○ چھمب سیکٹر میں پاکستان اور بھارت کی فوجوں کے درمیان جھڑپ ہوئی جس میں پاک فوج کے میجر محمد فاروق نے اپنی جان وطن کی آبرو پہ قربان کر دی جب کہ دو بھارتی مارے گئے بھارتی فوجی اپنے ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ میجر فاروق کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ لاہور میں دفن کیا گیا۔

○ غیر ملکی سیاحوں کے قبائلی علاقے میں داخلے پر پابندی لگا دی گئی ہے سرحد کی حکومت نے یہ اقدام ہیروئن کے ۴۷ غیر ملکی سمگلروں کی گرفتاری کے بعد اٹھایا ہے۔ سمگلروں میں کئی دوشیزائیں بھی شامل ہیں۔ غیر ملکی سفارتی نمائندے پشاور پہنچ کر صورت حال معلوم کر رہے ہیں۔

○ پنجاب کے صوبائی وزیر مواصلات کرنل یامین نے کہا ہے کہ سیلاب عذاب کی طرح آیا ہے ہمیں اپنے اعمال درست کرنا ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں سیلاب سے ۱۶ اضلاع میں ۳ ہزار کلو میٹر سڑکیں اور ۵ پل تباہ ہوئے ہیں ان کی مرمت پر ۸۰ کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔

○ بی بی سی نے بتایا ہے کہ سیلاب کے متاثرین حکومت کے وعدوں پر یقین کرنے کو تیار نہیں سرکاری اقدامات کے خلاف پہلی آواز تاجروں اور کسانوں نے اٹھائی ہے۔

○ سپریم کورٹ نے ایک فیصلے میں کہا ہے کہ خصوصی عدالتوں کے قیام سے ہائی کورٹوں کے اختیارات نہ معطل ہوئے ہیں اور نہ کم ہوئے ہیں۔

○ پاکستان نے بنگلہ دیش میں بہاریوں کو شناختی کارڈ جاری کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ ہزاروں بہاری خاندانوں کو سعودی عرب کی امدادی ایجنسی رابطہ العالم الاسلامی کے ذریعے کارڈ دیئے جا رہے ہیں۔ بہاریوں کی واپسی دسمبر میں شروع ہو گی۔

○ ایک اخبار نے لکھا ہے کہ بلوچستان حکومت ٹوٹنے سے بچ گئی ہے وزیر اعلیٰ تاج جمالی اور آئی جے آئی کے منحرفین کے گروپ سیون کے درمیان مفاہمت ہو گئی ہے۔

○ جمیعت العلمائے اسلام کے حافظ حسین احمد نے کہا ہے کہ بلوچستان اسلام آباد کی کالونی نہیں ہے جس کو ریموٹ کنٹرول سے چلایا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ جمیعت نے مگسی کو غیر مشروط حمایت کی یقین دہانی کروائی ہے۔

○ وزیر اعظم نے ملتان مظفرگڑھ کے علاقوں کا دورہ کیا۔ سیلاب کے متاثرین سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے عوام کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے جس حصے میں بھی کوئی سیلاب سے متاثر ہوا ہم ان تباہ کاریوں اور بربادیوں کو ترقی اور خوشحالی میں بدل دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک متاثرہ علاقوں کا ایک ایک خاندان اپنے گھروں میں آباد نہیں ہو جاتا نواز شریف ایک نہیں دس بار دورے کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ کندھے سے کندھا ملا کر تعمیر نو کریں گے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس امتحان میں سرخرو ہوں گے کھیت دوبارہ لہلہائیں گے بستیاں پھر آباد ہوں گی۔

○ سیلاب زدگان کے لئے برونائی کے سلطان نے ذاتی طور پر ۷ لاکھ ڈالر دیتے ہیں۔ یہ رقم ایک کروڑ ۷۵ لاکھ روپے بنتی ہے۔

○ ملتان کو سیلاب سے بچانے کی قیمت ادا کرنے والے دیہات آج بھی پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ شہر والے بند پر آکر روٹیاں تقسیم کر جاتے ہیں۔ ۱۵ ستمبر کو ڈبوئے جانے والے دیہات میں ابھی تک کوئی مدد کیلئے نہیں پہنچا ملتان والے خود کو بچانے کے لئے ہمیں ڈبونا اپنا حق سمجھتے ہیں دیہاتیوں کی فریاد۔

○ ملتان شہر کے میئر نے کہا ہے کہ بچانے والی اللہ کی ذات ہے۔ شیر شاہ بند کے لوگوں نے سیلاب میں ڈوب کر ملتان کو نہیں بچایا

○ وزیر اعظم سیلاب کے متاثرین کی امداد کے لئے گوجرانوالہ آئے تو نمائشی امدادی کیمپ بنایا گیا۔ وزیر اعظم کے جانے کے بعد یہ سامان آٹا، چاول اور گھی دکانداروں کو واپس کر دیا گیا۔ چنانچہ وزیر اعظم کے جانے کے بعد متاثرین سیلاب نے احتجاجی جلوس نکالا۔

○ سیلاب میں بہہ کر آتے والی لکڑی پکڑتے ہوئے کئی افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ صرف کھلا بٹ میں ۹ افراد ہلاک ہوئے۔ لوگ لاشیں چھوڑ کر لکڑی پکڑنے میں مصروف رہے۔

○ وزیر اعلیٰ سندھ نے بتایا ہے کہ حکومت سندھ ۱۶ لاکھ متاثرین کو ۳ ماہ تک راشن مہیا کرے گی۔

خوشخبری

۸ فٹ کیش بمع ریموٹ کنٹرول سٹیر لور سیور ڈش انٹینا صرف ۱۲۵۰۰/- روپے میں۔

رابطہ لبرا انٹرنیشنل
مکان نمبر ۲۰۴ گلی نمبر ۱۰
۸/۳ - ۴ اسلام آباد
فون ۲۵۰۸۸۰ ۸۵۶۴۶۴

پلاٹ برائے فروخت

ایک عدد پلاٹ واقع شکور پارک مین ساہیوال روڈ جس کو دو سڑکیں لگتی ہیں اور فرنٹ ۸۵ ہے۔ رقبہ ۱۳½ مرلہ ہے۔

رابطہ
بھٹی برادرز الیکٹرک سٹور۔ اقصیٰ چوک ربوہ

ضرورت ہے

ڈیری فارم (گائیں) موضع روڑے نزد منڈی فیض آباد تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ (پکی سڑک کے ساتھ) میں تین ورکرز کی ضرورت ہے۔ تنخواہ کے علاوہ رہائش اور کھانا بھی دیا جائے گا۔ فیملی کی رہائش کا انتظام بھی ہے۔ خواہشمند احباب فوری طور پر ذیل کے پتہ پر ملیں۔

این اے ارشد

۳۵۴ - واحد روڈ - کوٹ عبدالمالک
شیخوپورہ روڈ - لاہور
رہائش فون نمبر: ۷۱۱۲۴۳ / ۷۱۱۲۵۳
فون دفتر: ۲۵۲۱۹۳ / ۲۵۴۳۹۳

پتہ

جرمن ہومیو پیتھک ادویات

مدر ٹنکچرز۔ پوٹینسیاں اور بایوکیمک کی تمام ادویات کے علاوہ خالی شیشیاں اور ہر قسم کی گولیاں بھی دستیاب ہیں۔ شوگر آف ملک اور پاکستانی ادویات بھی دستیاب ہیں

کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی (رجسٹرڈ) ربوہ فون ۷۷۱ — ۶۰۶